اسلامی قیادت ـــــ قرآن کی روشنی میں

محمد فاروق خاں

محمد فاروق خاں بھارت کے ممتاز عالم ہیں۔انھوں نے قرآن پاک کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور کلامِ نبوت (اول و دوم) کے نام سے منتخب احادیث کا مشرح مجموعہ مرتب کیا ہے۔ان کی اور بھی متعدد تصانیف ہیں۔

کسی بھی انسانی گروہ کو صحیح قیادت کے بغیر نہ تو حقیقی طور پر متحد کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے بغیر وہ کوئی عظیم کارنامہ انجام دے سکتا ہے۔قومی یا ملی وجود کی بقا کے لیے صحیح قیادت ایک ناگزیر ضرورت ہے۔قرآن کی روشنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی جو قیادت فرمائی ہے اس کا ایک مستند ریکارڈ قرآن مجید خود ہے۔ہم قیادت اور قیادت سازی سے متعلق جملہ امور میں اس سے راہ نمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

انسان چونکہ دنیا میں تنہا نہیں رہتا بلکہ وہ ہمیشہ سماج، گروہ یا پارٹی کی شکل میں رہتا ہے، اس لیے تنظیم کسی بھی قوم یا گروہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ ہم کسی مستحکم اور پائیدار تنظیم کا تصور صحیح قیادت کے بغیر نہیں کر سکتے۔یہی وجہ ہے کہ ہر گروہ یا قوم میں کسی نہ کسی کی قیادت و سیادت لازماً پائی گئی ہے۔ خواہ وہ قیادت کتنی ہی ناقص یا غلط کیوں نہ رہی ہو۔ ہر انسان یا انسانی گروہ کسی نہ کسی کی پیروی اور اتباع لازماً کرتا آیا ہے۔یہ اتباع یا تو قرآن کی اصطلاح میں ھدیٰ کی ہوگی یا ھویٰ یعنی محض خواہشات نفس کی ہوگی۔قرآن صرف ایک اتباع کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔بندے کا فرض ہے کہ وہ صرف خدائے واحد کی اطاعت اور بندگی اختیار کرے، اس کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کا اتباع کرے، اور اس رسول کی راہ نمائی اور اس کی قیادت کو تسلیم کرے جو خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

قرآن کی رو سے قیادت کا مفہوم یہ ہے کہ انسانوں کو زندگی کی صحیح راہ پر لگانے کے لیے ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جائے۔لوگوں کی ذہنی و فکری تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ حقیقت پسندانہ انداز میں لوگوں کی دشواریوں اور ان کی نفسیات کو سمجھا جائے اور حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے لوگوں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی فکر کی جائے۔

حقیقی معنی میں قائد وہی ہے جو عام رجحانات اور عوام کی پسند و ناپسند کا حکمت کے ساتھ لحاظ رکھتے ہوئے' انھیں حقیقی احساسات و جذبات اور سچی تمناؤں سے آشنا کرے۔ انھیں نیا ذوق و شوق دے کر ان کی زندگیوں کو ایک خاص سمت عطا کرے۔ اور اس سلسلہ میں ان کی ہر مرحلہ میں راہ نمائی کرتے ہوئے انھیں حقیقی کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے کوشاں رہے۔

قیادت کا اصل نشانہ

قرآن ہمیں جس قیادت سے روشناس کراتا ہے اس قیادت کے پیش نظر اصلاً تغیر اجتماعی ہوتا ہے۔ اس کے پیش نظر ایک عظیم انقلاب ہوتا ہے جو لوگوں کے ذہنوں اور ان کی زندگیوں سب ہی کو بدل کر رکھ دے۔ لوگ اندھیروں سے نکل کر پوری روشنی میں آجائیں۔ پستیوں سے نکل کر بلندی حاصل کرلیں۔ ہر قسم کی تنگی تنگ دلی ہو یا تنگ نظری تعصب' ظلم و عصیان غرض ہر قسم کے معائب سے ان کی زندگیاں پاک ہو جائیں۔ زندگی کی وہ وسعتیں ان کے سامنے کھل کر آجائیں جس کا اندازہ عام انسان نہیں کرسکتا۔

یہ قیادت زندگی کے عام ڈھب یا شاکلہ (Structure) کو بدل دینا چاہتی ہے' تاکہ مخلوق خدا کو ایک ایسی فضا میسر ہو سکے جو انسان کے اصل مقصد وجود کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو۔ ایسی بڑی تبدیلی گہرے فکر' وسیع النظری اور عظیم جدوجہد کی متقاضی ہوتی ہے۔ اس کے لیے ایک طرف ایسا دل درکار ہے جو بندگان خدا کے غم میں بے چین ہو سکے۔ لوگوں کی نجات کی فکر ہمہ وقت جسے مضطرب رکھ سکے۔

یہ قیادت کسی وقت بھی قرآن کی راہ نمائی سے اپنے کو بے نیاز قرار نہیں دے سکتی۔ اور نہ یہ دین کے لیے محض کسی جزپر قانع ہو سکتی ہے۔ اس کے پیش نظر ہمیشہ پورا دین ہو گا۔ محض وقتی' عارضی منفعتیں یا جزوی مصالح یا شخصی مفاد اس قیادت کے پیش نظر نہیں ہو سکتا۔ اس کے پیش نظر خدا کا پورا دین اور اس کی اقامت ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دین کے کسی حصے کی بھی حقیقی خدمت اس کو کل دین سے الگ کر کے نہیں کی جاسکتی۔ کل سے الگ ہو کر جز کو کوئی معنویت باقی نہیں رہتی۔

حصول مقصد کے لیے اس قیادت کا اصل نشانہ انسان کا داخل یا باطن ہوتا ہے۔ باطن کی اصلاح کے بغیر ظاہر اور خارج کی اصلاح اور درستی ممکن نہیں ہوتی۔ جب تک انسان کا اندرون نہ بدلے خارج میں کسی تغیر کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ باطن کی اصلاح کے بغیر خارج کی درستی معتبر نہیں ہوتی۔

قرآنی قیادت کا اصل میدان انسان کی ذات کی اصلاح ہے۔ دوسری ساری اصلاحات اس کے تابع ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس قیادت کو خارجی احوال و کوائف سے کوئی غرض نہیں ہوتی اور یہ ان سے صرف نظر کیے رہتی ہے۔ بلکہ کہنا یہ ہے کہ داخلی اصلاح اور باطن کی تربیت کے بغیر

خارجی انقلاب سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔ کوئی انقلاب جب تک قوم کے اندرون کے انقلاب کا مظہر نہ ہو اسے استحکام حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ داخلی اصلاح اور اخلاقی تربیت کے بغیر قوم خارجی انقلاب کی متحمل بھی نہیں ہوتی۔ انقلاب کے بعد قوم کو جس کردار کا ثبوت بہم پہنچانا چاہیے وہ اس سے قاصر رہتی ہے۔

اصل میں ظاہری اسباب سے آگے جب تک خدا پر نگاہ نہ ہو اور یہ زندگی جب تک آخرت تک وسیع نہ کر لی جائے' انسان کے اندر وہ بصیرت' وہ ظرف و تحمل اور صبر و استقامت کی وہ قوت پیدا نہیں ہو سکتی جس کا وہ اعلیٰ مقصد متقاضی ہے اور از روئے قرآن جس کا ہمیں حامل ہونا چاہیے۔

قائد کے اوصاف

جس قیادت کا تصور قرآن نے پیش کیا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ قائد کچھ مخصوص قسم کے اوصاف سے متصف ہو۔ یہاں چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ اسلامی قیادت کے لیے ضروری ہے کہ تقویٰ قائد کی زندگی کا اصل شعار ہو۔ وہ قیادت کے سلسلہ ہی میں نہیں بلکہ عام زندگی میں بھی تقویٰ کے تقاضوں کو کبھی فراموش نہ کرے۔ ہر معاملہ میں سب سے پہلے وہ یہ دیکھے کہ خدا کی مرضی اس کے بارے میں کیا ہے۔ خدا کی خوشنودی اور اس کی رضا کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے۔ اور خدا کے خوف سے کبھی بھی اس کا دل خالی نہ ہو۔

۲۔ وہ صبر و ضبط اور تحمل کا پیکر ہو' اور اس کے صبر کی اصل روح توکل علی اللہ ہو۔ کردار اور خاص طور سے قائدانہ کردار کے سلسلہ میں صبر کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ صبر کی اس ممتاز حیثیت کو قرآن نے کئی جگہ نمایاں کیا ہے۔ مثلاً وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (الدھر ۷۶: ۱۲) "اور جو صبر انھوں نے اختیار کیا' اس کے صلہ میں انھیں جنت اور ریشم عطا کیا"۔

۳۔ صدق اور راست بازی بھی قائد کے کردار کا ایک اہم عنوان ہے۔ کسی شخص کا ایسا قابل اعتماد ہونا کہ ہر قسم کے حالات میں اس پر بھروسہ کیا جا سکے' اس کے سچے اور صادق ہونے کی دلیل ہے۔ جو شخص صادق اور سچا ثابت نہ ہو سکے' قیادت کے منصب کے لائق نہیں ہو سکتا۔ کسی کے صادق ہونے کا مفہوم قرآن کی رو سے یہ ہے کہ وہ باکردار ہو۔ اس پہلو سے اس کی سیرت میں کہیں ضعف نہ پایا جاتا ہو۔ صادقین وہ ہوتے ہیں جن کی پوری زندگی اس کی شہادت دیتی ہو۔ خدا کی بخشی ہوئی کسی امانت میں کسی خیانت کی ان سے توقع نہ کی جا سکے۔ اس سچائی اور راست بازی کا ذکر قرآن میں بڑے موثر انداز میں فرمایا گیا ہے۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ ۲: ۱۷۷) "اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کریں' تنگی اور خاص طور سے جسمانی تکالیف میں اور لڑائی کے اوقات

میں ثابت قدم رہیں، وہی لوگ ہیں جو راست باز ثابت ہوئے اور وہی لوگ اہل تقویٰ ہیں"۔

۴۔ قائد کے لیے ضروری ہے کہ اس کی زندگی ہر قسم کے تضاد سے پاک ہو۔ اس کے یہاں ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ دوسروں کو جس معیار سے جانچنا چاہتا ہے اپنے لیے اس سے مختلف معیار رکھتا ہو۔ اس کے بارے میں یہ نہ کہا جاسکے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (البقرہ ۲: ۴۴) "تم لوگوں کو نیکی اور وفاداری کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو"۔

اس کے برعکس اس کا کردار ایسا ہو کہ وہ کہہ سکے کہ اے قوم! وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ (ہود ۱۱: ۸۸) "اور میں نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تمھیں روکتا ہوں خود تمھارے برخلاف ان کو کرنے لگوں۔ میں تو اپنے بس بھر صرف اصلاح چاہتا ہوں۔ مجھے توفیق ملنا تو اللہ ہی کی مدد سے ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں"۔ اس کے یہاں زندگی کے مختلف مراحل اور مختلف حالات میں بھی تضاد نہ پایا جاسکتا ہو۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کمزوری اور مجبوری کی حالت میں تو وہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے لیکن طاقت حاصل کرنے کے بعد جابر و تشدد پسند بن کر رہے۔

۵۔ اسلامی قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے جو ذرائع و وسائل اختیار کرے ان میں ظلم، حق تلفی، بے رحمی اور دجل و فریب کا شائبہ تک نہ پایا جائے۔ مقصد اور ذرائع و وسائل کے مابین ایسی ہم آہنگی ہونی چاہیے کہ دونوں ایک محسوس ہونے لگیں۔

۶۔ اسلام کا قائد بے لوث خادم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی زندگی مادہ پرستی اور خود غرضی سے بالکل پاک ہو۔ اس کی زبان پر یہ فقرہ ہو: وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الشعراء ۲۶: ۱۰۹) "میں اس پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو بس سارے جہاں کے رب کے ذمہ ہے"۔

۷۔ قائد کو سراپا دعوت و تحریک ہونا چاہیے۔ وہ فنافی المقصد ہو۔ قیادت اس کی زندگی کا کوئی ضمیمہ نہیں ہوسکتا۔ قیادت عین اس کی زندگی ہوتی ہے اور اس کی زندگی عین قیادت ہوتی ہے۔

۸۔ قائد کے لیے ضروری ہے کہ اسے اپنے جذبات پر پورا قابو حاصل ہو۔ وہ حقائق سے گریز نہ کرے۔ فہم و تفقہ سے کام لے۔ فہم و بصیرت کے بغیر قائد قیادت کا فرض کماحقہ ادا نہیں کرسکتا۔ فقہ درحقیقت حاصل شدہ تجربہ و علم کے ذریعہ سے اس علم کو پالینے کی کوشش کا نام ہے جو حاصل نہ ہو۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی نے فقہ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے: الفقہ ھو التوکل الی علم غائب بعلم شاھد "فقہ حقیقت پر موجود علم کے ذریعہ سے اس علم تک پہنچنے کا نام ہے جو موجود و حاصل نہ ہو"۔ امام یا قائد کے بارے میں علامہ فراہیؒ نے لکھا ہے: "قائد وہ ہے جو عصر حاضر کے مصالح سے واقف ہو، پس وہ کام میں لگ جاتا ہے اور فرصت کو غنیمت جانتا ہے"۔

ان کے نزدیک عمل خیر بھی اگر بے موقع ہو تو وہ بے نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: قائد کے لیے لازمی ہے کہ اسے بصیرت زمانی حاصل ہو۔ زمانے کے تقاضوں کو سمجھنا قائد کے لیے لازم ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں: وعلی العاقل ان یکون بصیراً بزمانہ (صحیح ابن حبان)

۹۔ قائد کو سخت گیر اور انتہا پسند نہیں ہونا چاہیے لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ وہ مصالح پر اصولوں اور اقدارِ حیات کو قربان کرنے لگ جائے۔ قائد کو اپنے اندر ایسی صلاحیت اور خوبی پیدا کرنی چاہیے کہ وہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر چل سکے۔

۱۰۔ قائد کو لوگوں کا ہمدرد، خیر خواہ اور غمگسار ہونا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن میں آیا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ ۹: ۱۲۸) ”تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آگیا ہے۔ تمھارا زحمت میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ اسے تو تمھاری طمع ہے۔ مومنین کے لیے وہ انتہائی شفیق، نہایت رحم والا ہے“۔ یہی صفات قائد کے اندر بھی موجود ہونی چاہییں کیونکہ اس کے بغیر صحیح معنی میں قیادت کا فرض انجام دینا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء ۲۶: ۲۱۵) ”جن اہل ایمان نے تمھاری پیروی اختیار کی ہے ان کے لیے اپنے بازو جھکائے رکھو“۔

۱۱۔ اس کی پالیسی دفع السیئۃ بالحسنۃ (برائی کو بھلائی سے دور کرنا) کی ہوتی ہے۔ عام زندگی میں حتی الامکان وہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔ ابدی فلاح کی راہ دکھانے وہ کھڑا ہوتا ہے۔ اگر اس کی زندگی اوصاف عظمت سے خالی ہوگی تو وہ دنیا میں یہ عظیم کام کیونکر انجام دے سکتا ہے۔ اسے یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کی دعوت اصلاً دارالسلام کی طرف ہے جبکہ عام طور پر لوگوں کی دعوتیں دارالبوار کی طرف ہوتی ہیں۔

۱۲۔ استقلال و استقامت قیادت کے لیے لازمی شرط ہے۔ مستقل طور پر کام کرنے کا حوصلہ اگر قائد میں نہیں ہے تو پھر قیادت جیسے عظیم منصب کا وہ ہرگز اہل نہیں ہو سکتا۔

ایمان درحقیقت خدا کی عظمت و برتری کے شعور و احساس کا نام ہے۔ خدا کی عظمت کا یہ شعور خود آدمی کو بھی عظمت عطا کرتا ہے اور اس عظمت و شرافت کا احساس آدمی کو استقلال و استقامت کی اس قوت سے بہرہ مند کرتا ہے جس کا غیر مومن تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قیادت سازی کا مسئلہ حقیقت پر کردار سازی کا مسئلہ ہے۔ قرآن کی رو سے قیادت کا تعلق دراصل انسانیت کی ہمہ جہتی راہ نمائی اور اس کی بہی خواہی اور دردمندی سے ہے۔ اس خدمت کے لیے جس طرح کے انسان درکار ہیں وہ عام طور پر دکھائی نہیں دیتے۔ یہ وہ عظیم کام ہے جس کے لیے

انبیا و رسل مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ سلسلہ نبوت کے خاتمہ کے بعد یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھیں کار نبوت سے مناسبت اور اس سے قلبی وابستگی ہو' اور جو ہر طرح کے تعصب اور تنگ نظری سے اپنے آپ کو آزاد رکھ کر بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے سرگرم عمل ہونے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ انھیں بیک وقت کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثلاً لوگوں میں ذہنی و فکری انقلاب لانے کا مسئلہ' لوگوں کی صحیح نہج پر تعلیم و تربیت کا مسئلہ اور پھر حالت کے نشیب و فراز میں لوگوں کی اور بالخصوص پیروان حق کی صحیح راہ نمائی کا مسئلہ' جس کے لیے اخلاص ہی نہیں فہم و تفقہ بھی درکار ہے۔

قیادت سازی کے سلسلہ میں سب سے بڑا مسئلہ ایسے افراد کے وجود میں لانے کا مسئلہ ہے جو صحیح معنی میں حق کے پرستار اور خدا کے طالب ہوں' جو اس بات کا عزم کر سکیں کہ وہ کسی ایسی قیادت کو حقیقی قیادت تسلیم نہیں کر سکتے اور نہ اس پر قانع ہو سکتے ہیں جو انبیا علیہم السلام کی قیادت سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ ایسے افراد یا گروہ کو وجود میں لانے کے لیے صرف علمی قسم کا لٹریچر کافی نہ ہو گا' بلکہ اس کے لیے ایسے لٹریچر کی ضرورت ہو گی جو ہماری بے حسی کو ختم کر سکے' جس میں روح خفتہ کو بیدار کرنے کی قوت ہو۔ جو ہمارے اندر وہ سوز و تڑپ اور وہ بے قراری پیدا کر سکے جو راہ حق میں مطلوب ہوا کرتی ہے۔ ضرورت ایسے لٹریچر اور مربی کی ہے جو ہماری سیرتوں کو پاکیزہ بنا سکیں' اور جو یہ راز ہم پر کھول سکیں کہ دین اپنی حقیقت کے لحاظ سے ایک کردار اور ایک کریکٹر ہے' اور جو شخص کردار سے محروم ہے وہ دین کے کسی کام کا نہیں ہو سکتا۔ مستی کردار خود ایک نقد انعام ہے جو دوسرے دنیوی انعامات سے آدمی کو بے نیاز بنا دیتی ہے۔

اگر ہمارے اندر کسی قسم کا غرور و کبر پایا جاتا ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم جھوٹے ہیں۔ بڑائی اور عظمت کی ہوا تک ہمیں نہیں لگ سکی ہے۔ ہم دوسروں کے الفاظ کی چوٹ کو اگر نہ سہہ سکیں اور اپنی غلطیوں کا برملا اعتراف کرنے کی ہمت اگر ہمارے اندر نہیں ہے تو دین کی خدمت تو الگ' ہم اپنے ذاتی وقار و عزت کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ غرور و پندار ایسا قبح ہے جس سے آدمی کی ساری خوبیوں پر پانی پھر جاتا ہے۔

دعائے رمضان

سفید اعلیٰ کاغذ پر جیبی سائز میں۔ سیکڑہ کے حساب سے طلب کی جا سکتی ہے

منشورات ' ترجمان رئی پرنٹس سروس ' منصورہ لاہور 54570